

جناب راشد علی زئی،
”میرا کتب خانہ“ ایک

گلشن مدنی کا گل سرسبد شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالغنی جلالوی رحمہ اللہ

زیر نظر مضمون حضرت مولانا عبدالغنی کی عظیم شخصیت کے بارے میں آپ کی زندگی کے بالکل آخری ایام میں جناب راشد علی زئی صاحب نے بیجا تھا۔ لیکن افسوس کہ آپ کی حیات میں یہ مضمون شائع نہ ہو سکا۔ بہر حال مضمون کی اہمیت پہلے سے زیادہ ہو گئی ہے (ادارہ)

شیخ العرب والعم مولانا حسین احمد مدنی کی شاندار جدوجہد آزادی لازوال تقویٰ و پرہیزگاری، علم و عمل کی برتری اور بے مثال کسرت نفسی کی بدولت شروع ہی سے میرے دل میں ان کے لئے عقیدت و محبت کا ایک سمندر موجزن ہے اور اس میں بحمد اللہ اضافہ ہی ہوتا چلا جاتا ہے۔ اپنی اسی عقیدت و محبت کی بدولت گلشن مدنی کی خوشہ چینوں میں لگا رہتا ہوں، میرے اسی شوق کو دیکھتے ہوئے ایک مرتبہ میرے عزیز دوست سجاد احمد ماگرے اور ڈاکٹر سعید احمد خان نے ذکر کیا کہ چچھ کے معروف گاؤں ”جلالیہ“ میں گلشن مدنی کا ایک مہکتا پھول موجود ہے، مجھے اپنی اس لاعلمی و بے خبری پر از حد افسوس ہوا، کیونکہ میں پچھلے کئی سالوں سے ”علمائے چچھ“ کے حالات و واقعات جمع کرنے میں لگا ہوا تھا مگر مجھے اس زندہ و تابندہ ہستی کے بارے میں خبر ہی نہ ہو سکی، بہر حال میں اس ہستی کی زیارت کیلئے بے چین ہو گیا۔ میری اس بے چینی و بے قراری سے میرے دلوں عزیز دوست بھی بے خبر نہ تھے۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ مسبب الاسباب نے بہت جلد ہی اسباب پیدا فرمادیئے اور ایک روز اچانک سجاد احمد نے آ کر مجھے بتایا کہ حضور کے مرکز تبلیغ و علم میں کل صبح حضرت شیخ الحدیث مولانا عبدالغنی مدظلہ العالی جلوہ افروز ہو رہے ہیں۔ میں نے بے چینی سے وہ رات گزاری اور اگلے روز ان کی آمد کا انتظار کرنے لگا۔ پھر انتظار کی یہ گھڑیاں ختم ہوئیں اور ایک نہایت ہی شفیق و نورانی شکل اور بلند قامت ہستی کی زیارت سے میری آنکھوں کو ٹھنڈک اور دل کو سرور حاصل ہوا۔ مجھے بفضل تعالیٰ بے شمار علماء و بزرگوں کی شفقت و محبت کا اعزاز حاصل رہا ہے مگر میں بلا مبالغہ و علوہ سے کہتا ہوں کہ اس سے پہلے اس قدر کشش و نورانیت کم از کم میں نے کسی چہرے میں نہ پائی تھی، میری آنکھیں بے اعتدال عقیدت و محبت کے بوجھ سے جھکتی چلی گئیں۔ بعد ازاں ڈاکٹر سعید احمد خان (جو مہتمم مدرسہ مولانا حافظ رشید احمد کے چھوٹے بھائی اور معروف علمی و تبلیغی شخصیت ماسٹر کریم داد

صاحب کے فرزند ہیں) نے تعارف کروایا اور میرے والد گرامی خواجہ محمد خان اسدؒ کے علمی وادبی کارناموں، لائبریری کے قیام اور پھر عین ان کی پیشین گوئی کے مطابق بدورالنج حج مکہ مکرمہ میں غار حرا کے مقام پر ان کی رحلت کا ذکر کیا تو حضرت شیخ الحدیث مدظلہ نے بطور خاص شفقت و محبت سے نوازا اور علم و عمل، غار حرا کی فضیلتوں اور بدورالنج حج وہاں رحلت کی خوش نصیبی کا دیر تک تذکرہ فرمایا۔ اسی دوران مرکز تبلیغ میں موجود ایک تبلیغی جماعت کے کچھ افراد آگئے اور دعا کیلئے درخواست کی تو آپ نے فرمایا ”آپ میرے لئے دعا فرمائیں کہ آپ لوگ تو اللہ کی راہ میں لکھے ہوئے ہیں اس لحاظ سے آپ اللہ کے مجاہد ہیں“ پھر آپ نے تمام حاضرین محفل سے مخاطب ہوتے ہوئے فرمایا کہ ”ہمیں اللہ تعالیٰ کے شکر کا بھی شکر ادا کرنا چاہیے کہ اس نے ہمیں اپنا شکر ادا کرنے کی توفیق بخشی ہے۔“

اسی دوران حضرت شیخ الحدیث مدظلہ کے ساتھ ان کی پلیٹ میں ہی ان کے ساتھ کھانا کھایا۔ گفتگو کا سلسلہ جاری تھا کہ اسی دوران میں ایک خوشگوار حیرت سے دوچار ہوا اور میرے دل و دماغ میں حضرت شیخ الحدیث مدظلہ کی محبت و عقیدت یکدم بہت زیادہ بڑھ گئی۔ ہوا یوں کہ میں نے پوچھا کہ ”آپ دیوبند سن میں گئے تھے؟ تو آپ نے فرمایا کہ ۶۳ء میں! میں دل میں ذرا حیران ہوا کہ شاید ضعیف العمری کا تقاضہ ہے اور آپ کو سہو ہوا ہے۔ کیونکہ تقسیم ہند کے بعد ان کا وہاں جانا اور حضرت شیخ مدنیؒ سے فیض حاصل کرنا عجیب سی بات ہے۔ میں ابھی دل میں یہ سوچ ہی رہا تھا کہ آپ نے میرے چہرے کی طرف دیکھ کر مسکراتے ہوئے فرمایا کہ ”میں عیسوی کی نہیں، ہجری کی بات کر رہا ہوں۔“ میں ان کی اس قیافہ شناسی اور روحانی قوت پر عرش عرش کراٹھا۔ آپ نے مزید فرمایا کہ ”میں دارالعلوم دیوبند سے فارغ الحدیث ہوا ہوں اور حضرت شیخ مدنیؒ کے سامنے نہ صرف زانوئے تلمذ تہ کیا بلکہ ان سے بیعت کا شرف بھی حاصل کیا ہے۔“ آپ نے اپنی عمر عزیز کے بارے میں بتایا کہ اس وقت قریباً ۹۵ سال ہے۔ مگر صحت اللہ کے فضل و کرم سے بہت بہتر ہے۔ غرضیکہ انہی باتوں میں وقت کا احساس ہی نہ ہوا اور آپ کی رخصتی کا وقت آن پہنچا آپ چونکہ عمرہ کے لئے تشریف لے جا رہے تھے اس لئے اسلام آباد فلائیٹ کے لئے پہنچنا تھا۔ وقت رخصت میں نے حرمین شریفین میں دعا کی درخواست کی تو آپ نے گاڑی کی فرنٹ سیٹ پر بیٹھے ہوئے فرمایا کہ ”تمہیں وہاں کیسے بھول سکتا ہوں کہ تمہارا باپ تو پہلے ہی وہاں ڈیرے جمائے بیٹھا ہے۔“ میں نے جاتے جاتے واپسی کا پوچھا تو آپ نے کہا کہ جب اللہ کو منظور ہوگا واپسی ہو جائے گی۔“ میں نے اصرار کیا تو فرمانے لگے ”ہماری کیا مجال ہے بس اسی رب کا حکم جب ہوگا واپسی ہو جائے گی۔“ پھر آپ عمرہ کے لئے رخصت ہو گئے۔ مگر میرے دل میں ایک عجیب سی بے چینی رہنے لگی اور دل دوبارہ ملاقات و زیارت کے لئے پھلنے لگا۔ ڈاکٹر سعید احمد خان سے ان کی خیریت معلوم کرتا رہتا۔ چند ماہ بعد پتہ چلا کہ آپ کی عمرہ سے واپسی ہو گئی ہے۔ حاضری کا پروگرام بن رہا مگر اللہ کو منظور نہ تھا اور سال سے زیادہ عرصہ بیت گیا، دل ملاقات کے لئے بیتاب رہا مگر.....

کاح خوانی کے سلسلہ میں کراچی تشریف لے جا رہے ہیں اور میں آج ان کا ٹکٹ بخوا کر ظہر سے ذرا پہلے ”جلالیہ“ خدمتِ حضرت میں جاؤں گا۔ بس بٹاوا آگیا اور ڈاکٹر سعید کے ہمراہ میں اور برادرِ م سجاد تیار ہو گئے۔ ہمیں جاتا دیکھ کر سجاد کے چچا محترم حاجی عبدالرحمن بھی ہمارے ساتھ چل پڑے۔ ہم بمشکل ظہر کی جماعت کو جلالیہ شیخ الحدیث مدظلہ کی مسجد میں پہنچ سکے۔ خوبی قسمت کہ جماعت کے دوران ہی حضرت شیخ الحدیث میرے ساتھ آ کر کھڑے ہو گئے۔ فراغت نماز کے بعد مصافحہ ہوا تو حضرت نے مجھ سے خیریت دریافت فرمائی اور پوچھا کہ کس وقت آئے ہو؟ میں نے ڈاکٹر سعید کا بھی بتایا تو فرمانے لگے سعید احمد کدھر ہے؟ میں نے بتایا کہ نماز پڑھ رہا ہے۔ اتفاق کی بات جب میں نماز پڑھ رہا تھا تو تشہد کے دوران ایک کبھی میرے ہاتھ پر بار بار بیٹھ کر مجھے تنگ کر رہی تھی اور میں اسے بار بار اڑانے کی خاطر ہاتھ کو حرکت دے رہا تھا۔ میری یہ حرکت شاید حضرت نے دیکھ لی تھی۔ اس لئے مجھے اسی وقت فرمایا کہ نماز میں بالکل حرکت نہیں کرنی چاہیے۔ چاہے بے شک کوئی بھی چیز کاٹتی رہے۔ میں نے اس نصیحت کو پلے باندھتے ہوئے بتایا نماز پوری کی۔ اس کے بعد حضرت شیخ الحدیث مدظلہ کی محفلِ حج گئی۔ ہمارے سمیت کئی آدمی اکٹھے ہو گئے۔ حضرت مسجد کے برآمدے میں مصلے کے قریب جلوہ افروز ہوئے اور مجھے حضرت کے پہلو میں نشست میسر آ گئی۔ سب سے پہلے تو ڈاکٹر سعید احمد نے حضرت کے ٹکٹ کی بات کی۔ تب پتہ چلا کہ حضرت وعدہ کے مطابق سعید احمد کے فون کے انتظار میں فون کے پاس ہی بیٹھے رہے اسی لئے جماعت کو بھی پہنچنے میں دیر ہو گئی۔ اس کے بعد سجاد نے میرا تعارف کروانے کی کوشش کی تو حضرت مدظلہ نے پہلی ملاقات کو یاد کرتے ہوئے میری طرف التفات فرمایا تو ہم سب حضرت کے قوتِ حافظہ کو دیکھ کر حیران رہ گئے۔ پھر وہی ہوا جس بات سے میں ڈر رہا تھا کہ پہلی ملاقات میں بھی حضرت نے بطور خاص مجھے داڑھی رکھنے اور چہرہ سنت رسول ﷺ کے مطابق بنانے کی تلقین کی تھی۔ اور آج پھر حضرت نے وہی نصیحت شروع کر دی اور فرمایا کہ یہود و ہنود نے ہمیں اپنی ہر ایک بات دے دی ہے اور ہم نے بھی بلا تکلف ان کی ہر بری عنایت کو گلے سے لگا لیا ہے۔ پھر مسکراتے ہوئے ایک واقعہ سنایا کہ ایک مرتبہ ایک بچہ اپنے داڑھی والے باپ کی بجائے ایک کلین شیو مرد کے پاس بھاگ کر گیا پھر وضاحت کرتے ہوئے فرمایا کہ بچہ قدرتی طور پر ماں کے زیادہ قریب ہوتا ہے اس لئے وہ اس کے مشابہ شکل کے پاس ہی گیا۔ اسی طرح حضرت مدظلہ کا ایک واقعہ سنایا کہ ایک ڈاکٹر نے داڑھی پر اعتراض کرتے ہوئے یہ جملہ لکھا کہ پیدائش کے وقت چونکہ داڑھی نہیں ہوتی اس لئے یہ فطرتی چیز نہیں ہے۔ تو حضرت مدظلہ نے فرمایا کہ ٹھیک ہے پھر انسان کو دانت بھی توڑ دینے چاہئیں کہ یہ بھی پیدائش کے وقت نہیں ہوتے ہیں۔ اس لئے یہ بھی فطرتی چیز نہیں ہیں اور پھر اس جواب کا عنوان لکھا کہ ”دندان شکن جواب“.....! حضرت مدظلہ نے مسلم تہذیب کو عیسائی اور غیر مسلم تہذیب و دلچسپی میں رنگ جانے پر بے حد دکھ و کرب کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا کہ ”ایک مرتبہ میں نے جدہ میں ایک عربی شخص کو دیکھا کہ وہ میری طرح ہی پوچھا کہ کیا یہ ٹائی لگانے سے

تمہاری تنخواہ یا عہدے وغیرہ میں کوئی خاص اضافہ ہو گیا ہے۔“

اسی دوران چچا عبدالرحمنؒ نے کہا کہ حضرت مدنیؒ کا کوئی واقعہ سنائیں.....! حضرت مدنیؒ کا نام نامی سن کر آپ نے آنکھیں سرسہ لیں اور چند لمحے عجب کیفیت رہی پھر گلوگیر آواز میں بولنا شروع کیا اور فرمایا کہ ”سلیٹ کے اندر ایک قاری صاحب تھے وہ رمضان گزارنے کے لئے حضرت مدنیؒ کے ساتھ آئے تھے ایک روز محرمی کے وقت حضرت مدنیؒ نے ازراہ مذاق فرمایا کہ یہ قاری صاحب ”عجب جن“ ہے۔ سب حاضرین مجلس حیران و ششدر رہ گئے تو حضرت مدنیؒ نے خود ہی وضاحت فرمادی کہ جب ہم لوگ اسارت مالٹا کے لئے بھیجے گئے تو پہلے ہمیں مصر میں ٹھہرایا گیا۔ وہاں ہمارے مکان الگ الگ تھے اور ایک دوسرے سے ملاقات کی قطعاً اجازت نہ تھی بلکہ ہمیں مکمل طور پر ایک دوسرے سے بے خبر رکھا گیا تھا اور پھر پھر ابھی سخت کڑا تھا۔ اس لئے حضرت شیخ الہندؒ کو ہم پر خورداروں کی بے حد فکر رہتی تھی کہ نہ جانے ہم کس حال میں ہوں گے اور ادھر ہمیں حضرت شیخ الہندؒ کی خیریت مطلوب رہتی تھی۔ ایسے عالم میں ایک دفعہ یہ قاری صاحب نہ جانے کس طرح حضرت شیخ الہندؒ کی رہائش کے دروازے پر جا پہنچے اور پہرہ داروں کی وجہ سے آواز نکالنے کی بجائے تالی بجائی تو حضرت شیخ الہندؒ نے اندر سے پوچھا کون ہے؟ تو قاری صاحب نے باآہستگی سے جواب دیا کہ اپنا آدمی ہوں اور پھر انہوں نے حضرت شیخ الہندؒ کو سب کے حالات سے آگاہ کیا اور ہم سب کو آکر حضرت شیخ الہندؒ کی خیریت سے مطلع کیا تو ہم نے شکر رب اللہ کیا۔ اس لئے حضرت شیخ الہندؒ فرمایا کرتے تھے کہ یہ عجب جن ہے۔ جس نے اتنے کڑے پہروں کے دوران نہ جانے کس طرح میرے پاس پہنچ کر مجھے سب کی خیریت سے آگاہ کیا۔

اسی طرح حضرت شیخ الحدیث مدظلہ نے ایک دوسرا واقعہ سنایا کہ ”سلیٹ کے اندر ایک لڑکا تھا اور جنات اس کی دیکھ بھال کرتے تھے۔ تحقیق سے معلوم ہوا کہ جنات اس لڑکے کے والد کے شاگرد تھے اور اس کی وفات کے وقت جنات نے ان سے کوئی خدمت پوچھی تو انہوں نے کہا کہ میرے بعد میرے بیٹے کا بہت خیال رکھنا کہ کہیں یہ بدراہ نہ ہو جائے اور دین کی بجائے دنیا میں نہ الجھ جائے۔ حضرت مدنیؒ کو یہ واقعہ معلوم ہوا تو انہوں نے اس لڑکے اور جنات سے ملنے کی خواہش کا اظہار فرمایا۔ چنانچہ جنات سے اگلے روز بعد نماز مغرب ملاقات کا وقت طے ہوا۔ حضرت نے نماز مغرب کے بعد صلوٰۃ ادا بین ادا کی اور حسب پروگرام مقررہ جگہ پر پہنچے تو پتہ چلا کہ حضرت صلوٰۃ ادا بین کی وجہ سے ذرا لیٹ ہو گئے ہیں اور جنات جا چکے ہیں۔ بعدہ حضرت نے اگلے روز وہیں نماز مغرب ادا کرنے اور اسی وقت ملاقات کا وقت طے کیا۔ اگلے روز جب حضرت مدنیؒ نماز مغرب ادا کر رہے تھے تو کندھوں پر بوجھ محسوس کیا تو آپ سمجھ گئے کہ جنات آچکے ہیں۔ آپ نماز سے فارغ ہوئے تو برآمدے میں رکھے لیپ کی لودہم کردی گئی اور آپ مسجد کے اندر کمرے کے ایک کونے میں تشریف لے گئے۔ وہاں آپ نے جنات سے ملاقات کی۔ سب سے پہلے اس لڑکے نے تلاوت کلام مجید کی۔ بعد ازاں حضرت مدنیؒ کا جنات سے گفتگو کا سلسلہ شروع ہوا تو حضرت نے ان سے کہا کہ ہمیں

ایک سلسلے میں تمہاری مدد کی اشد ضرورت ہے۔ کیا تم ہماری کچھ مدد کر سکو گے؟ جنات نے حیران ہو کر پوچھا کہ آپ بتائیں؟ تو حضرت مدنیؒ نے فرمایا کیا تم انگریزوں کو یہاں سے نکالنے میں ہماری کچھ مدد کر سکتے ہو؟ جنات نے معذرت کی اور بتایا کہ ہمارے بڑے غیر مسلم ہیں اس لئے ہمیں ہی نہیں بلکہ مسلمانوں کو بھی ان سے نقصان پہنچنے کا اندیشہ ہے اس لئے ہم اس سلسلے میں آپ کی مدد سے معذور ہیں۔

حضرت مدنیؒ کے اوصاف حمیدہ و کمالات عجیبہ کا سلسلہ چل نکلا تو حضرت شیخ الحدیث مدظلہؒ نے فرمایا کہ ”حضرت مدنیؒ انتہائی متواضع اور کسر نفسی والے انسان تھے۔ انکا دسترخوان کبھی خالی نہ ہوتا تھا اگر اتفاق سے کوئی مہمان نہ ہوتا تو اساتذہ یا پھر طلبہ کو ہی شریک طعام کر لیا کرتے تھے۔ کسر نفسی کی یہ شان تھی کہ ”ایک دفعہ ایک شخص دیوبند آپؒ سے ملنے آیا رہا تھا تو ایک کھتری بھی اس کے ہمراہ دیوبند اپنے کچھ رشتہ داروں سے ملنے چلا آیا اور اپنے ہمراہی سے کہا کہ میں اپنے عزیزوں سے ملاقات کر کے اور رات کا کھانا وغیرہ کھا کر تمہارے پاس آ جاؤں گا اور رات تمہارے ساتھ ہی گزار دوں گا۔ وہ حسب پروگرام آیا اور رات جب بستر پر لیٹا تو حضرت مدنیؒ اس کے پاؤں دبانے لگے۔ یہ صرف اس ایک شخص کے ساتھ امتیازی سلوک نہ تھا بلکہ یہ رویہ ان کی فطرت کا حصہ بن چکا تھا۔ اللہ اکبر! کیا آج کسر نفسی کی ایسی کوئی مثال کہیں مل سکتی ہے۔ اُسی طرح کا ایک اور واقعہ سناتے ہوئے فرمایا کہ ”میں ایک مرتبہ سلہٹ ساتھ گیا۔ وہاں ہم الگ الگ کمروں میں تھے۔ مجھے اپنے کمرے میں خیال ہوا کہ میں جا کر کچھ خدمت وغیرہ کر لوں یا کچھ پانی وغیرہ کا پوچھوں، بس اس ارادے سے میں نکلا تو کیا دیکھتا ہوں کہ حضرت میرے لئے کھانا لئے میرے کمرے کے دروازے پر موجود تھے۔

حضرت مدنیؒ کا تذکرہ چمڑ گیا تھا اور حضرت شیخ الحدیث مدظلہؒ کے سامنے گویا یادوں کا گلشن کھل چکا تھا وہ حضرت مدنیؒ کے واقعات والہانہ انداز میں سنائے چلے جا رہے تھے اور ہم سب ہر تن گوش تھے۔ انہوں نے دیوبند میں قیام کے دوران کا ایک واقعہ سناتے ہوئے فرمایا کہ ”اس زمانے میں تھیز ہوا کرتے تھے۔ ایک دفعہ ایک تھیز والا دیوبند آ گیا۔ حضرت گو جب اس کی خبر ہوئی تو انہوں نے ”گورنمنٹ کو درخواست دی کہ اس اخلاق سوز اور غیر اسلامی چیز کو روکا جائے“ تو گورنمنٹ نے پابندی لگا دی مگر چونکہ وہ تھیز والا کافی خرچہ کر چکا تھا اس لئے علاقہ کے امراء و رؤساء کے پاس گیا اور انہیں بتایا کہ میں اپنا خرچہ پورا کر کے چلا جاؤں گا اس طرح اس نے ان سب حضرات سے اپنی حمایت میں دستخط کروائے اور کمشنر کے پاس چلا گیا مگر کمشنر نے کہا کہ اس کاغذ پر اگر حضرت مدنیؒ بھی دستخط کر دیں تو ہم پابندی اٹھالیں گے۔ وہ شخص حضرت کے پاس دوران درس چلا آیا اور حضرت سے مدعا بیان کیا تو حضرت سخت غصے میں آ گئے اور فرمایا کہ تم نے مجھے کینہ سمجھ رکھا ہے کہ ایک خلاف شرع کام کی حمایت کروں۔ غرضیکہ اسے بہت ہی زیادہ برا بھلا کہہ کر دھکا دیا بعد میں بھی کافی دیر تک طبیعت مکدر رہی۔ مگر کچھ ہی دیر بعد سبق پڑھانے میں مگن ہو گئے اور طبیعت اسی طرح ہشاش بشاش کر لی جس طرح وہ اس وقت تھے۔